تحریک پاکستان......مقاصد کی راہیں کب کھلیں گی

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان
صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

{ کئی سال پہلے لکھی گئی حضرت صدر وفاق کی ایک تحریر جس کی تازگی آج بھی برقرار ہے }

پاکستان کے قیام کو چالیس سال ہو رہے ہیں لیکن آج تک دستور کا مسئلہ طے نہیں ہو پایا جب کہ اسی زمانے میں بھارت اور چین کو بھی آزادی ملی تھی مگر زمانہ گزر گیا کہ ان دونوں ملکوں میں دستور کے مسائل طے پا چکے ہیں۔ پاکستان کا قیام دوقومی نظریہ کا مرہون منت ہے اور پاکستان کی قانونی جنگ کفر واسلام کی بنیاد پر لڑی گئی تھی اور یہ کہا گیا تھا کہ ہندو کافر ہیں اور پاکستان کا مطالبہ کرنے والے مسلمان۔ ان دونوں کے دین و مذہب جدا جدا ہیں۔ ان کی تہذیب، معاشرت، ثقافت اور سیاست جدا جدا ہیں۔ یہ ایک ملک میں اکٹھے نہیں رہ سکتے۔

اس مقصد کا اس زور وشور سے پروپیگنڈہ کیا گیا کہ دوسری مخالف آواز دب کر رہ گئی اور بھارت میں رہ جانے والے مسلم اقلیت کے علاقوں کے مسلمان یہ جانتے ہوئے بھی کہ قیام پاکستان سے ہمیں کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ تحریک پاکستان کا ہراول دستہ بن کر آگے آئے صرف اس لئے کہ بھارت میں رہ جانے والے ہمارے علاقوں میں اگر چہ ہندو راج ہوگا اور ہمارا سابقہ بھی اسی کے ساتھ رہے گا۔

لیکن پاکستان میں تو اسلامی تشخص قائم ہو سکے گا۔ قرآن وسنّت کا نظام نافذ ہوگا، اسلامی تہذیب وثقافت پروان چڑھے گی۔ اسلامی معاشرے کے زیر سایہ ہمارے بھائی راحت اور چین وآرام کی زندگی گزار سکیں گے اور اس طرح پاکستان نظریاتی مملکت کی حیثیت سے دوسرے تمام ممالک کے لئے مینارہ نور بن کر ابھرے گا۔

اسلام کی بالادستی کا یہ اظہار نہ صرف اہالیان پاکستان کی عزت وناموس، راحت وآسائش کی نوید جان فزا ثابت ہوگا بلکہ اس سے اسلام کی اشاعت وتبلیغ میں زبردست اضافہ ہوگا۔ یہ پاکستان اپنی جغرافیائی حدود میں منحصر ہو کر نہیں

رہے گا بلکہ اس کی بدولت دنیا کے بے شمار علاقوں میں اسلام کی طرف پیش قدمی شروع ہو جائے گی۔ خود بھارت بھی تھوڑے عرصہ کے بعد اسلام کے زیر سایہ آکر پاکستان بن جائے گا لیکن۔ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔

پاکستان بنتے ہی اعلان کر دیا گیا کہ یہاں نہ کوئی سندھی ہوگا، نہ پنجابی، نہ بلوچ ہوگا، نہ پٹھان، نہ مسلمان ہوگا، نہ ہندو، نہ سکھ۔ لیجئے اقتدار اعلیٰ پر براجمان ہونے والوں نے سندھی پنجابی کی لپیٹ میں رکھ کر ہندو مسلم کے فرق کے خاتمے کا بھی اعلان کر دیا اور پاکستان کی پوری تحریک کی بساط الٹ کر رکھ دی۔

چنانچہ دیکھنے والے چالیس سال سے دیکھتے چلے آرہے ہیں۔ اور آج بھی اسی کا پرچار ہے اور یہی کچھ آئندہ کے عزائم ہیں کہ سندھی ہے اور پنجابی پنجابی۔ بلوچ بلوچ ہے پٹھان پٹھان، کوئی ایک دوسرے کے حق میں کسی خیر کا روادار نہیں۔ نیشنلزم کا زور دن بدن ترقی پر ہے، قومی وسائل کی بڑی دولت اسی پر خرچ ہو رہی ہے۔ مگر اس مملکت خداداد میں ہندو مسلم کا فرق کچھ اس طرح ختم کر دیا گیا ہے کہ بے شمار مسلم گھرانوں میں آج کفار پرورش پا رہے ہیں۔

اس چالیس سالہ دور میں ہماری نسلیں اللہ و رسول سے اعلانیہ بیزاری کے اظہار پر جری ہو گئی ہیں۔ قرآن و سنت کے نظام کو فرسودہ قرار دینے میں انہیں کچھ نہیں ہوتا۔ احکام اسلام کا مذاق اڑانا آج کا فیشن بنا ہوا ہے۔ حکومتوں کے ایوانوں اور اعلیٰ سوسائٹی سے لے کر مزدور اور محنت کش، طلبہ و اساتذہ اور دانشور سب اسی ہرزہ سرائی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے میں مصروف ہیں۔

سیاست میں عمل دخل رکھنے والے ایسے حلقے پوری آزادی کے ساتھ میدان میں ہیں جو نظریہ پاکستان کی نفی کرتے ہوئے لادینی نظام زندگی کے علمبردار ہیں اور ملک کو سیکولر اسٹیٹ بنانے کے مدعی ہیں بلکہ ان لوگوں کو بھی یہاں کھلی چھٹی ملی ہوئی ہے جو اشتراکیت کے پرجوش داعی ہیں اور روس اور چین کے نظام کو نافذ کرنے کے درپے ہیں۔ معلوم نہیں ملک و ملت کے ساتھ مذاق کب تک جاری رہے گا۔

سوچنے کی بات ہے کہ اگر یہی کچھ مقصد ہے اور لادینی نظام ہی کو ترجیح دینا ہے تو تقسیم برصغیر کا کوئی جواز ہی باقی نہیں رہتا۔ سیکولر نظام تو بھارت میں بھی موجود ہے۔ تقسیم کے نتیجہ میں جو قتل و غارت گری، فساد اور انتقال آبادی اور معیشت پر بے تحاشا بوجھ جیسے روح فرسا واقعات کو کس لئے گوارا کیا گیا۔ یہ سب کچھ تو اسلام کی خاطر ہی گوارا کیا گیا تھا۔ جب وہ ہی نہیں تو پھر یہ تقسیم لغو بلکہ سابقہ اور حالیہ دونوں ملکوں کے خونی حادثات کو دیکھتے ہوئے مضر ماننی پڑے گی۔

ارباب اقتدار کی منافقت کا یہ عالم ہے کہ "اسلام اسلام" پکارتے ہوئے ان کے گلے خشک نہیں ہوتے لیکن ان

کے دلوں میں اسلام کے لئے کوئی گنجائش موجود نہیں۔ غضب خدا کا جو لوگ نفاذ اسلام کے بلند بانگ دعوؤں کے ساتھ ووٹ لے کر اقتدار کے شیش محل میں پہنچے ہیں۔ وہ کھلے بندوں اسلام کی نفی کر رہے ہیں۔ عام وزیروں کو چھوڑیئے مذہبی امور کا وزیر بھی اسی لے کی رٹ لگا رہا ہے۔ ایک کے بعد دوسرا، دوسرے کے بعد تیسرا۔ مذہبی امور کا ہر وزیر یہی کہتا نظر آتا ہے کہ شریعت قابل قبول نہیں۔ ہم خود شریعت کے نظام کے نفاذ کا طریقہ تجویز کریں گے۔ علمائے دین شریعت سے جاہل ہیں اور ہم شریعت سے نابلد اس کے اہل بلکہ ماہر قرار پائے ہیں۔

کبھی قرآن وسنت کے نظام کے نفاذ میں یہ مشکل بتائی جاتی ہے کہ اقوام عالم میں سبکی ہوگی اور لوگ دقیانوسی کہیں گے۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ اسلام ترقی یافتہ دور کا ساتھ دینے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ کبھی کہتے ہیں کہ اسلام کا نفاذ اس لئے مشکل ہے کہ اس کے نفاذ سے تمام فرقوں میں ہم آہنگی باقی نہ رہے گی جس کا بین السطور یہ ہے کہ پاکستان کو سیکولر اسٹیٹ بنا دیا جائے تو ہم آہنگی میں اشکال نہیں پیش آئے گا۔

پھر کہنے والوں کا یہ کہنا کہ پاکستان کی تقسیم کو ختم کر کے بھارت کے ساتھ الحاق قبول کر لیا جائے۔ ارباب حکومت کے نزدیک قابل قبول ہونا چاہئے۔ جی ایم سید نے (ایک اخباری رپورٹ کے مطابق) کہا تھا کہ ہم ضیاء الحق صاحب سے ناراض نہیں چونکہ جو کچھ ہم چاہتے ہیں وہ بھی وہی کچھ کر رہے ہیں۔ یعنی ہم بھی چاہتے ہیں کہ پاکستان ٹوٹ جائے اور ضیاء صاحب بھی اسی کوشش میں مصروف ہیں تو پھر ناراضگی کیسی؟ ہماری دانست میں اتنی بڑی بات بھی سرکار کی طرف سے کسی تادیبی یا اصلاحی ردعمل سے محروم ہی رہی۔ اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ ہم کس سمت میں سفر کر رہے ہیں اور کس تیزی سے برے انجام کی طرف قوم کو دھکیلا جا رہا ہے۔

آج کا وزیر اعظم اور دوسرے سرکاری حلقے یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ حکومت ایسا شریعت بل لانے کی کوشش کر رہی ہے جو تمام طبقات کے لئے قابل قبول ہو۔ منحرفین کی یہ منطق نئی نہیں۔ عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے یہ حربہ بہت پہلے سے استعمال کیا جا تا رہا ہے۔

اس کا مقصد دفع الوقتی کے سوا کچھ نہیں ہوتا چونکہ نہ متفقہ فارمولا تیار ہو سکے گا، نہ شریعت کا نفاذ ہوگا۔ حکومت اپنے سیاسی، انتظامی، اقتصادی، ثقافتی اور مالیاتی فیصلے کرتے وقت اس کی رعایت نہیں کرتی کہ وہ متفقہ ہوں۔ جب چاہتی ہے اور جس طرح اپنی مصلحت سمجھتی ہے کرتی چلی جاتی ہے تاکہ حاکمیت کا تسلسل برقرار رہے۔

وہاں اس نکتے کی رعایت ضروری نہیں ہوتی لیکن شرعی نظام ہو یا شرعی عدالت کا قیام ہو یا حدود وقصاص کا اجراء ہو۔ غرض یہ کہ نظریہ پاکستان جس پر اس ملک کی بقا کا انحصار ہے۔ اس کے معاملے میں سرکاری ردعمل اس کے بالکل برعکس ہوتا ہے۔ ملک اسی منافقت کی وجہ سے کہاں سے کہاں تک پہنچ گیا۔ اس وقت اندرونی اور بیرونی حالت کس

قدر مایوس کن ہے۔ مگر نتیجہ وہی زوال پذیر اور اصلاح حال کی کوئی امید سامنے نہیں۔ اس وقت ملک کے تمام طبقات ایسی افراتفری کا شکار ہیں کہ کسی سے بھی یہ آس نہیں لگائی جاسکتی کہ وہ اس ستم رسیدہ مملکت خداداد کے تحفظ و بقا کے لئے کوئی حوصلہ افزا کردار ادا کرنے کی پوزیشن میں ہے اور یہ نتیجہ ان غلط پالیسیوں کا ہی ہے جو شروع سے آج تک نافذ کی جاتی رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی بداعمالیوں کی پاداش سے محفوظ رکھے اور صحیح رخ پر عزم و ہمت کے ساتھ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مگر آج چالیس سال کے بعد جب پاکستان کی تاریخ پر نظر جاتی ہے تو سوائے مکر و نفاق اور دجل و فریب کے کچھ نظر نہیں آتا۔ کبھی بھی سنجیدگی کے ساتھ نہ یہاں قرآن و سنت کا نظام نافذ کرنے کی کوشش کی گئی نہ عدل و انصاف کی حکمرانی قائم ہوئی نہ اسلامی علوم کی سرپرستی کی گئی اور نہ اسلام کو بالادستی عطا کی گئی۔

بلکہ اس عرصے میں غیر اسلامی نظام تعلیم اور فرنگی معاشرت و ثقافت کے ذریعے تین نسلیں وہ تیار کی گئی ہیں جو اسلام کے متعلق یا تو شک و شبہ کا شکار ہیں یا پھر کھلم کھلا بغاوت پر آمادہ ہیں، ان کی تیاری پر قوم کا قیمتی سرمایہ اربوں کھربوں کی تعداد میں صرف کیا گیا ہے اور تاحال کیا جارہا ہے۔ نتیجہ سامنے ہے۔ اسلام سے لاتعلق بن جانے اور اغراض و مفادات کا پابند ہوجانے کا ثمرہ ہے کہ ایک بازو کٹ گیا اور پاکستان ٹوٹ کر آدھارہ گیا اور جو آدھارہ گیا ہے وہ انتشار و خلفشار کا شکار ہے۔

☆☆☆

حضرت علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت صدیق نے قبل از اسلام اور قبل از ظہور نبوت شام کی طرف تجارت کے لئے سفر فرمایا، شام سے قریب ایک خواب دیکھا جس کی تعبیر آپ نے بحیرا راہب سے معلوم کی، اس راہب نے کہا، اللہ تعالیٰ آپ کا خواب سچا کرے گا اور آپ کی قوم سے ایک نبی مبعوث ہوگا آپ ان کی حیات میں ان کے وزیر ہوں گے اور بعد وفات کے خلیفہ ہوں گے۔ پس اس خواب کو صدیق نے چھپا، یا کسی سے ظاہر نہیں کیا، یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا ہوئی اور اعلان نبوت سن کر حضرت صدیق اکبرؓ حاضر ہوئے اور عرض کیا، اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے جو دعویٰ فرمایا، اس کی دلیل کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کی دلیل وہ خواب ہے جو تم نے شام میں دیکھا تھا، پس غلبہ خوشی سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معانقہ فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کا بوسہ لیا۔